ذوالفقار علی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو

گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، راولپنڈی

ڈاکٹر محمد افضل حمید

گورنمنٹ میونسپل کالج، فیصل آباد

"نظر نامہ" میں یورپ کی معاشرت

The article is written to reflect how the writer, MehmoodNizami, has shown in his travelogue "NazarNama" modern aspects of travelogue and given new turn to travelogue writing by changing it from external expression into internal one. The writer has made some countries, especially of Europe, which he travelled, part of his heart and soul. He perceived ecstatic experiences and initiative revelation in those cities, like Paris, Rome and London, when his heart-beat gets connected with the most prominent facets of those cities. He keeps his heart and mind open to perceive and feel about the place he visits as an oriental tourist. He depicts society and civilization of the area. He also uses flash-back technique in his travelogue. He embellishes his style by using powerful imagination to depict scenes in his travelogue. He creates humour by using satire. He relates romantic experiences in his writings. His use of similes and metaphors are matchless and new. Taking all these aspects into account, this paper offers a critical review of the book.

اردو سفرنامہ ابتدا سے ہی یورپ کی معاشرت کا عکاس رہا ہے۔ "عجائباتِ فرنگ" کے بعد محمود نظامی کے سفرنامہ "نظر نامہ" کو اردو سفرنامہ کی تاریخ میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ محمود نظامی نے "نظر نامہ" میں یورپ کی معاشرت کے عمدہ مرقعے پیش کیے ہیں۔ وہ بطور سفرنامہ نگار اردو کے بعض سفرنامہ نگاروں جیسی ممتاز شہرت تو نہ حاصل کر پائے لیکن اُن کا تحریر کردہ سفرنامہ "نظر نامہ" اردو میں ایک خاص اور منفرد مقام کا حامل ضرور ہے جسے ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اور ڈاکٹر انور سدید جیسے محققین و ناقدین کی مکمل تائید حاصل ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا لکھتے ہیں:

> محمود نظامی کی واحد مکمل تصنیف "نظر نامہ" ہے جو بعض ملکوں کی سیر و سیاحت کے تاثرات پر مشتمل ہے۔ اسے اردو کے بہترین سفرناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔[1]

"نظر نامہ" کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ محض مختلف یورپی اور ایک بعید مشرقی ملک کے تہذیب و تمدن سے آشنا کرتا ہے بلکہ اسی کی مدد سے ہمیں اپنے خطۂ ارضی کی بعض توانا اور بھرپور جھلکیاں بھی دیکھنے مل جاتی ہیں۔ اِن جھلکیوں میں جہاں مغرب پر مشرق کی تہذیبی بالادستی

قائم رp کا عنصر شامل ہے، وہیں مشرق پ مغرب کی تمد نی لادستی حاصل کرنے کی وجوہ بھی معلوم ہوتی ہیں۔ اس طرح ''نظر نامہ'' مجموعی طور پ د* کی دو انتہاؤں (مشرق اور مغرب) کی انتہائی گہری او ر درتصویریں کھینچ کر رکھ دیتا ہے جس میں لوگوں کے طرزِ بودو باش، رسوم و رواج، اقدار و روایت، معاشرت و معاشیات کے . وی مرقع رت کے حامل ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اردو کے کسی اور سفر نامے کو ایسا اعجاز حاصل نہیں ہے تو بے جا نہ ہوگا اور شا ید اسی لیے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی یہ کہنے پ مجبور ہو جاتے ہیں کہ '' . یہ سفر نامے کا آغاز Â مہ سے ہو ہے۔''[۲]

محمود Â می نے عمیق مشاہدے، گہرے مطالعے اور وسعتِ Â کا جو ثبوت ''نظر نامہ'' میں مہیا کیا ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے اور اس حوالے سے تو . لکل ہی مشکل ہے کہ انہوں مصر کا + کرہ کیا ہے تو حال کا رخ ماضی کی طرف موڑ دیا اور اس قدر گہرائی میں اتر گئے کہ تقریباً چھ ہزار . س کی ریخ زمانہ حال کی کھڑکیوں سے جھانکتی محسوس ہونے لگی لیکن . # وہ یورپی ممالک یا شہروں کا + کرہ کرتے ہیں تو ماضی کی * . ڑ یفت کی بجائے تہذR و تمدنی تفاوت و خلیج کی گہرائیوں کو پاٹنے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر چہ ''نظر نامہ'' ای ہی مصنف کے قلم کا شاہکار اور ابواب بندی کے اعتبار سے ای دوسرے سے گہرے ربط کی حامل تصنیف ہے لیکن اِن ابواب میں سے * . زارِ مصر'' کو علیحدہ کر دیا جائے تو سفر نامہ ڑیدہ متر$ حا میں آجائے گا اور * . زارِ مصر'' اپنی علیحدہ شنا # بنانے میں کسی اور . وکا محتاج نہ رہے گا۔ اس کا L یہ ہے کہ * . زارِ مصر'' کا مصنف قرآن کا حافظ او ر ریخ کا رسیا دکھائی دیتا ہے . # کہ دV ابواب کا مصنف ماہر سماجیات اور علمِ بشریت کا ذہین طا . علم دکھائی دیتا ہے۔ علاوہ . یں ہر قدم پ رونما ہونے والے واقعات کا سرا وہ کسی نہ کسی طرح سے ماضی سے جوڑ دیتا ہے اور ماضی کی یہ * . ڑ یفت ماضی قریب$ سے بعید- پھیلی دکھائی دیتی ہے جس سے ماضی و حال ی جان ہو کر قاری کی معلومات میں بھی خاطر خواہ اضافہ کرتے ہیں اور ذوقِ تخیل کی بھرپور تسکین بھی۔ ای مثال 5حظہ کیجئے:

> میں پھر سوچنے لگا کہ . # دو تین گھنٹے کے بعد ٹرین قاہرہ کے قریب$ پہنچے گی تو شا ید رات کی وجہ سے شہر پناہ کے دروازے بند ہوں گے اور ہمیں * . ہر ہی رک جا نا پڑے۔ پھر شا ید ہم . مسافر، گارڈ اور ڈرائیور شہر کی فصیل کے نیچے جا کر پھاٹ کھولنے کے لیے محافظوں اور نگا ہ . نوں سے درخوا ست کریں گے اور وہ + رسے ڈا$ کر کہیں گے کہ اتنی رات گئے دروازہ کھولنے کا حکم نہیں۔ ہمیں پو پھٹنے کا انتظار کر نا چاہیے۔ پھر فجر کا ستارا نکلے گا۔ اذان گونجے گی۔ مرغ بولے گا۔ آدمیوں کی آواز آئے گی اور آ . کار چابیوں کے گچھے کی جھنکار ہوگی۔ پھر بھاری قفل کے کھڑکھڑانے کا شور سنائی دے گا اور دیو قامت دروازے کے اونچے پ$ ، کئی تنومند حبشی غلام ای مہیب پ اہٹ کے ساتھ پیچھے کو دھکیلتے ہوئے لے جا N گے۔[۳]

اگر ''نظر نامہ'' کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر قدم پ ایسی ہی سبک و شیریں اور علم و ادب سے لتھڑی تحریر اچا - ہی قاری کو ماضی کے کسی منظر نامے کو دیکھنے پ مجبور کر دیتی ہے۔ یہ عمل اس قدر رواں اور سلیس ہے کہ قاری کو + ازہ ہی نہیں ہو پاتا کہ وہ . وقت کی حدود کو * پار کر کے کہیں دور ماضی کی سیر میں مگن ہو چکا ہے۔ ویسے تو یہ امر ''Â مہ'' کے ہر * . ب میں دکھائی دیتا ہے لیکن * . زارِ مصر' میں اس لیے زیادہ کشش کا حامل بن جا تا ہے کہ مصر اپنی تہذیب$ و ریخ کے حوالے سے دلچسپ اساطیر کا مرکز رہا ہے جس کے K ت آج - الحو$ کے تیار کردہ اہرام کی صورت میں موجود ہیں۔ محمود Â نی نے ان اہرام کی سیر کے دوران میں بھی ہر قدم اٹھاتے ہوئے ریخ کی * . ڑ یفت کرنے کی غیر محسوس 1 پُر لطف کوششیں کی ہیں۔ یہی صورتِ حال ہمیں ''روم * مچہ'' میں بھی دکھائی دیتی ہے جہاں محمود Â می کے ش ات ریخ کے جھروکوں سے دلائل وصول کرتے دکھائی دیتے ہیں ہم ''Â مہ'' کے دV ابواب اس ر [گہرائی - پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں اور چند

ا۔ صدیوں سے ہی واپس لوٹ آنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ''بسبیل لندن''، ''ش . f ع پیرس'' اور* لآ ٔ میکسیکو'' میں بھی محمود Âمی* ریخ کے جھروکوں سے جھانکنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں لیکن غیر مدلل اور سطحی Ã کے سوا قاری کو* دہ کچھ نہیں ملتا۔ اس کے* وجوڈاکٹر خواجہ محمد زکر* کا یہ بیان بے جا نہیں معلوم ہو*:

> یوں معلوم ہو* ہے جیسے سفر* مہ نگار کے* پس مشاہدے اور مطالعے کا خاصہ وقت ہے اور وہ اپنے تجر* بت سے پڑھنے والوں کے دلوں پر بھی ان ممالک کے متنوع اور منفرد Ý ش ابھار* ` جا* ہے۔ اس کی C دی وجہ یہ ہے کہ محمود Â می اِن ممالک کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے خالی الذہن نہیں تھے بلکہ وہاں کی* ریخ، تہذیب$ وتمدن، منظر* مہ، رسوم ور* یت، ادب اور فنونِ لطیفہ وغیرہ سے بخوبی واقف تھے۔ ان کی وسعتِ مطالعہ ان کی معاون تھی۔۔۔ انہوں نے اپنے مطالعے، مشاہدے، تجربے، تخیل اور دلسوزی کو اس طرح آمیخت کر کے سفر* مے کا روپ* دیا ہے کہ یہ عام سفر* موں سے مختلف ہو H گیا ہے۔[۴]

ڈاکٹر خواجہ محمد زکر* کے اِس بیان میں جامع طور پر ''نظر نامہ'' کی تمام خوبیاں سمٹ آئی ہیں جن کی وجہ سے ''Ã* مہ'' آج بھی ادب کے قار M کے ذوق کا سامان کر* محسوس ہو* ہے۔ محمود Â می نے مصر کی طرح مغربی تہذیب$ کے بلند مرا/ لندن، روم اور پیرس جیسے شہروں کو اس خوبصورتی اور رعنائی سے حافظے کی لوح پر ابھارا ہے کہ قاری نہ صرف ان مقامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ 8 ہے بلکہ یہ شہر اس کے دل میں جگہ بناتے بھی محسوس ہوتے ہیں۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ محمود Â می نے ہر شہر کو ا۔ علامتی Ä کی طرح پڑھا ہے یعنی # سطحی Ã سے دیکھا تو اس کے اسرار Ã وں سے اوجھل رہے لیکن جونہی اس کی گہرائیوں میں جھانکا تو اس کی بوقلمونی آشکار ہو گئی اور اسرار کے* دل چھٹ گئے۔ جیسا کہ لندن کی* س کے حوالے سے اُن کا کہنا ہے:

> میں لندن کو بھی اس کی مخصوص* س کی وجہ سے آنکھیں کھولے بغیر پہچان سکتا ہوں کیو è یہ* س میں نے اور کسی شہر میں سونگھی ہے نہ یہ وہاں پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے کہر، دھند اور ا سے اٹی ہوئی فضا* رش، اولے اور ف کے نم اور کارخانوں، آتشدانوں، موٹ وں اور ریل گاڑیوں کے دھو M کا ایسا امتزاج ضروری ہے جو لندن کے سوا کہیں ممکن نہیں۔[۵]

جیسا کہ پہلے بیان کیا H گیا کہ ''نظر نامہ'' مشرقی و مغربی تہذیب$ وتمدن کا تقابلی جائزہ بھی پیش کر* ہے جس میں مماثلت وتفاوت ہر دو طرح کے رجحا* ت کی آمیزش دکھائی دیتی ہے۔ اس لیے ''Ã* مہ'' اس امر پر شاہد ہے کہ محمود Â می جہاں بھی جاتے ہیں، انہیں مشرق کی کسی بھی مثال کے لیے ''لاہور'' سے بڑھ کر کوئی شہر Ã نہیں آ* جو اس حقیقت پر دال ہے کہ انہیں ذاتی طور پر لاہور کی تہذیب$ میں مشرقیت کی تمام* خوبیاں گھلی ملی اور اپنی اعلیٰ* ین شکل میں محسوس ہوتی ہیں۔ یورپ کے* زاروں میں چلتے پھرتے* . وں سے اشیائے فرو# کا مول تول کرنے کا ذکر ہو* یا سڑکوں پر تجاوزات کا معاملہ مغرب سے مشرق کا تقابل لاہور کے* زاروں اور گلیوں سے ہی ہو* ہے۔ اس حوالے سے یہ مثال دلچسپی سے خالی نہ ہوگی جس میں وہ وینس کے* پنیوں کا* لاب Ú راوی سے رشتہ جوڑ ڈالتے ہیں:

> وینس میں بعض لوگوں کو نہروں کے بند بند نیلے* پنی سے بو آتی ہے۔ انہیں اس تعفن سے یوں محسوس ہو* گو* یا ان* پنیوں کے نیچے ہزاروں گلی سڑی مچھلیاں پڑی ہیں جنہوں نے* پنی کو* اب اور فضا کو مکدر کر رکھا ہے 1 مجھے اِن* پنیوں میں سے ہر جگہ وہی جاں پرور اور وہی جاں نواز خوشبو آئی تھی جو د* یائے راوی کے مغربی کنارے پر کامران کی* رہ دری کے قریب$ ان مٹیالے سا* پنیوں سے* کرتی ہے۔[۶]

Â* مہ کی ای۔ اور خصوصیت یہ ہے کہ محمود Âمی عام سفر* مہ نگاروں کی طرح مغربی تہذی$ وتمدن کے کھوکھلے، قبیح، غیر اخلاقی اور M K سوز واقعات سے پ دہ اٹھا کر قاری کو دعوتِ لذت وÂ رہ نہیں دیتے بلکہ ٹھوس حقائق پF محض سرسری Â ڈالتے ہوئے غیر آلودہ قلم کے ساتھ ہی آگے بڑھ جاتے ہیں جس کی وجہ سے اُن کا یہ سفر* مہ لذ4* خانہ کی صف میں شامل ہو کر داد و دہش کی بلند* یوں چھونے سے قاصر رہتا ہے۔ انہوں نے یورپ کی ایسی معاشرت کے ضمن میں نہ صرف پیرس کے* $ کلبوں کا نقشہ کھینچا ہے بلکہ وہاں کی رقص و سرود کی محفلوں کا ذکر بھی کیا ہے لیکن جیسے کیا ہے، وہ4 از انہی کے ساتھ مخصوص ہے، کسی اور سفر* مہ نگار کو ایسا اعجاز حاصل نہیں ہے۔ مثال کے طور پ درج ذیل اقتباس پیش کیا جا* ہے:

> ہم ای۔ چھوٹی سی ڈیوڑھی کو طے کرتے ہوئے ای۔ وسیع 41 روشن کمرے میں پہنچے جس میں تقریباً سوا ی۔ عورتیں اور مرد ای۔ دوسرے سے مصروفِ گفتگو تھے۔ کمرے کی* ریکی کو سگری$ کے کثیف دھو N نے اور بھی پ اسرار کر* یا تھا۔ شراب کی بو اور عطر* یات کی مہک کے عجیب وغری$ امتزاج سے فضا بوجھل ہو رہی تھی۔ گلاس کی کھنک* توں کے شور اور قہقہوں کی گونج نے مل جل کر ماحول کو حد درجہ جا4 ار بنا رکھا تھا۔[۷]

اس حوالے سے ڈاکٹر سید محمد عارف کا بیان ضرور محلِ Â رہنا چاہیے جو لکھتے ہیں:

> ای۔ اور خصوصیت ''Â* مے'' کی اس کی مشرقیت اور حیاداری ہے۔ مغربی د* کی جنسی بے راہ روی اور حیا سوزی کا وہ رخ جو عام سفر* موں میں سفلی لذ*M کا عنصر لیے ہوئے ہو* ہے اور جو سفر* مے کی مقبولیت میں C دی محرک کا کام کر* ہے محمود Âمی کے ہاں نہیں ملتا۔[۸]

اگر دیکھا جائے تو کلچر کی د* میں فرانس آج بھی ویسا ہی ہے جیسا صدیوں قبل تھا۔ سیاسی تنزل سے اس کی شائستگی اور کشش میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ یہاں کے شہر اور دیہات کے دلکش مناظر کی عکس کشی کے ساتھ ساتھ محمود Âمی نے ہر دو مقامات کے مکینوں کے رویوں اور مزاج کی شائستگی کا کھلے دِل سے جو اعتراف کیا ہے، وہ اُن کی اپنی وسعت Â ہی نہیں وسعتِ قلبی کا منہ بولتا ثبوت بن جا* ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ شہروں اور دیہاتوں کے رہنے والے افراد کے رویوں اور مزاج کی شائستگی اُن کی ذاتی چیز نہیں ہے بلکہ اُن کا قومی ورثہ ہے جسے وہ نہا$ سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں فرانس کے معاشرے میں کنبے* گھرانے کا احساس اُنہیں مغربی طرزِ عمل سے ب اکر کے مشرقی طرزِ احساس سے قری$ تر کر دیتا ہے۔ فرانس کے گھرانے* کنبے کی صورت میں رہنے والے افراد ای۔ دوسرے کا ہاتھ بٹاتے ہیں، ای۔ دوسرے کے دکھ سکھ میں شری۔ ہوتے ہیں، ای۔ دوسرے کی ضرور* یت کا خیال ر p ہیں اور ہمارے مشرقی گھرانو* بالخصوص ب صغیر کے گھرانوں کی طرح ± در ± گھرانے ای۔ دوسرے کے ساتھ پیو۔ چلے آتے ہیں اور اپنے ب زرگوں کو اُن کا جا* مقام دینے کے ساتھ ساتھ نسلِ نو کی بہتر پ ورش کی ذمہ دار* یں بھی پوری کرتے ہیں۔ اس حوالے سے محمود Âمی نے اپنے مشاہدات کو خاص طور سے قلم بند کر* منا سب سمجھا ہے اور لکھا ہے:

> فرانسیسیوں کی ای۔ اور* بات میرے حافظے میں ابھر آئی جو ہماری اپنی ایشیائی قدروں کی آئینہ دار ہے۔۔۔ چین کی ما# فرانس بھی کنبوں کے ایسے اجتماع کا دوسر* م ہے جہاں ہر شخص اپنے گھرانے کے ارکان کے ساتھ بڑے گہرے تعلق کے ساتھ وابستہ ہو* ہے۔۔۔ # انگری* یا کوئی دوسرا مغربی اپنے کنبے کا ذکر کر* ہے تو اس کا مطلب اپنی بیوی اور بچوں سے ہو* ہے لیکن فرانس میں کنبے سے مراد ہوتی ہے بیوی اور بچے، ماں اور* باپ، بھائی اور بہنیں، ماموں اور چچا، خالا N اور

پھوپھیاں، بہنوئی اور بھاوجیں ۔یعنی پورا ددھیال اور پورا نـ یل ۔[۹]

آ ج اکیسویں صدی میں ''نظر نامہ'' کا مطالعہ کرتے ہوئے۔ # ہم ہندوستانی اور* پ کستانی ثقافت میں عائلی ز+ گی کا منظر دیکھتے ہیں تو معلوم ہو* ہے کہ ہندوستانی عائلی کلچر فرانسیسی عائلی کلچر کے قری$, ت ہے۔ # کہ* پ کستانی عائلی کلچر کی شاخیں یورپی طرزِ حیات سے ملتی محسوس ہوتی ہیں۔اس کا L وہ اO ر،خودغرضی اور نفسانفسی ہے جس نے ہر فرد کو اپنی معیشت اور اپنی A بھرنے پ مجبور کرد* یہ ہے اور وہ اپنے بہنوں بھائیوں کو تو بہت پہلے Ã+ از کرنے کی طرف راغب ہو چکا تھا،اب والدین کو بھی خود پ بوجھ تصور کرنے پ مجبور ہو رہا ہے۔اس بحث سے قطع Ã کہ یہ موضوع سے خارج ہے،ہمیں فرانس میں پھرتے ہوئے محمود Â می اور مصر میں پھرتے ہوئے محمود Â می میں کچھ فرق دکھائی پ* ہے۔ اس کا L یہ ہے کہ یورپ* ریخ کا انہوں نے ز* یدہ مطالعہ نہیں کر رکھا تھا۔مصر میں سیر کرتے ہوئے تو وہ فلیش بیک کی تکنیک استعمال کرتے ہوئے فراعین مصر کے دز* روں-- رسائی حاصل کر e ہیں اور اُس ماحول کی مکمل عکاسی کر ڈالتے ہیں۔یوں محسوس ہو* ہے کہ وہ ای- سفر *مہ نگار نہیں بلکہ اس دز* رکا ای- ۔ وہیں جس کے ماحول کا وہ نقشہ کھینچ رہے ہیں۔یورپ کی عمارات اورفنِ تعمیر کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی *ریخ دانی پ تو حرف ضرور آ* ہے لیکن یہاں کی عمارات وفنِ تعمیر کے* درنمونوں پ* ت کرتے ہوئے انہوں نے متخیلہ کی بجائے مطالعہ سے ہی کام لیا ہے جس کی وجہ سے اُن کا قلم ادی$ کا قلم نہیں بلکہ ای- ماہرِ تعمیرات کا قلم بن جا* ہے۔

''نظر نامہ'' اپنی تکنیک وہیئت کے ساتھ ساتھ اسلوب کے اعتبار سے مثالی رویے کا حامل ہے جس کا L ز* ن وبیان پ اَ فت اور الفاظ ومحاورے کی موزوں بندشیں ہیں۔ ''نظر نامہ'' پڑھتے ہوئے کہیں بھی محسوس نہیں ہو* کہ ہم ثقیل ز* ن اور* مانوس الفاظ و* اکیب کے ; غے میں پھنس کر تحر* کے لطیف احساسات کو کھو رہے ہیں۔سبک وشریں اور مترنم سی تحر* ہمارے ذہن وتخیل کی آبیاری کا بھرپور سامان کرتی ہے اور ہم محمود Â می کے ساتھ قدم سے قدم 5 کرد * کے مختلف ممالک کی نہ صرف سیر سے لطف+ وز ہو رہے ہیں بلکہ ای- صاف گو+ رقہ کی ہمراہی میں ہمیں وہ اجنبی سرز ¥ بھی مانوس لگنے لگتی ہیں جنہیں ہم میں سے کئی افراد نے کبھی نہیں دیکھا۔اَ یہ کہا جائے کہ ''Ã* مہ'' کی جان اُس کے اسلوب میں ہے تو* لکل بے جانہ ہوگا کیوè محمود Â می نے اپنے مطالعات ومشاہدات اور تج* ت کو جن الفاظ کے ذریعے سے پیش کیا ہے،وہ الفاظ جملے کے ز* وبم میں مکمل طور پ ضم ہیں۔یہ اُن کے تخیل کا کرشمہ ہے کہ انہوں نے اپنی ز* + انی کا بھرپور اظہار مذکورہ تصنیف میں کیا ہے۔بقول ڈاکٹر انور سد+ ی :

> محمود Â می سفر* مے میں عقل اور و* ان کی بلندیوں کو* ز* رمَس کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کسی ای- زمانے-- محدود نہیں ر p ۔اس کا فا+ ہ یہ ہوا کہ سفر* مہ صرف سیاح کے مشاہداتِ Ã-- محدود ہو کر نہیں رہ H بلکہ اس کی فنی وسعت میں بھی اضافہ ہوا ہے اور محمود Â می نے ای- ایسے سفری راہنما کا فریضہ سرا م* یہ ہے جو* ظر کو منظر کے موجود زاویوں اور اس کی گمشدہ *ریخ سے بھی آ گاہ کر دیتا ہے۔[۱۰]

اَ چہ ڈاکٹر انور سد+ ی نے ''نظر نامہ'' اور محمود Â می پ کچھ اعتراضات بھی وارد کیے ہیں* ہم اُن کی حیثیت* نوی ہو کر رہ جاتی ہے کیوè ''نظر نامہ'' بہرحال اردو ادب کی* ریخ میں اپنا مقام ومرتبہ متعین کرنے میں کامیاب رہا ہے۔اس کا L یہ بھی ہے کہ محمود Â می نے جہاں مروجہ سفر* مہ نگاری کے میدان سے* ہر نکل کر ای- نئی فضا سے قار M کو روشناس کر* یہ ہے،وہیں اپنی علمیت کا ایسا بھرپور اظہار کیا ہے جو کہیں بھی بے جا اور فضول محسوس نہیں ہو* ۔اُن کے بی* ت میں کہیں جھول ہے اور نہ ہی ز* ن میں کرختگی،اُن کے پیرایۂ اظہار میں تصنع ہے اور

نہ ہی کلام میں تصنع جو انہیں نہ صرف بہت سے سفرنامہ نگاروں میں ممیز کرتا ہے بلکہ قیامِ پاکستان کے بعد کے . سے بڑے سفرنامہ نگار کا درجہ بھی دلا دیتا ہے۔علاوہ ازیں یہ امر بھی اُن کے مقام و مرتبے کی بلندی کا ثبوت C ہے کہ انہوں نے ''نظر نامہ'' میں یورپی طرزِ معاشرت کی عکاسی کرتے ہوئے کہیں بھی مشرقیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا بلکہ ان کا مذکورہ سفرنامہ مشرقی زاویہ Ã سے یورپ کی تمدنی، معاشرتی اور تہذR بی گی کی بھرپور جھلک پیش کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، مقدمہ: ''نظر نامہ''، لاہور: الحمد Å X، ۲۰۱۲ء، ص ۲۵

۲۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، ...سفرنامہ چند تناظر، مشمولہ: بازیافت، لاہور: پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، شمارہ ۹، جولائی دسمبر ۲۰۰۶ء

۳۔ محمودÂمی، ''نظر نامہ''، مرتبہ و مقدمہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ص ۶۲۔۶۳

۴۔ زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، مقدمہ: ''نظر نامہ''، ص ۲۹۔۳۰

۵۔ محمودÂمی، ''نظر نامہ''، مرتبہ و مقدمہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ص ۱۵۲

۶۔ ایضاً، ص ۱۰۵

۷۔ ایضاً، ۳۳۵

۸۔ محمد عارف، ڈاکٹر سید، محمودÂمی صا # طرز سفرنامہ نگار، مشمولہ: الـــزبیـــر، سفرنامہ نمبر، بہاول پور: اردو اکادمی، شمارہ ۳، ۴، ۱، جلد نمبر ۳۶۔۳۷، ۹۸۔۱۹۹۷ء، ص ۲۲۵

۹۔ محمودÂمی، ''نظر نامہ''، مرتبہ و مقدمہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ص ۲۱۱۔۲۱۲

۱۰۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں سفر نامہ، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۸۳